# پشاور: فصیل شہر اور دروازوں کا تاریخی تسلسل

## The Walled City of Peshawar: Historical Continuity

پروفیسر ڈاکٹر فخرالاسلام*

### Abstract

*Like other old cities of the Indo-Pakistan subcontinent, Peshawar was protected by a wall erected around it. Its remains are visible as of today in various parts of the city. For entry and exit, there were 16 gates, some of whom still exist. In Vol:29 issue: 57 of "Mujallah Tareekh-o-Saqafat" January-June 2018, this researcher contributed an article about eight gates of Peshawar. They were: 1.Kabili, 2. Bajuri 3.Dabgari, 4.Ramdas, 5. Asiya, 6. Sard Chah, 7. Serki and 8. Kohati. In this Paper, an attempt has been made to describe and bring to lime light details about the remaining eight gates and historical details attached to them. These gates are: 1.Asamai, 2. Kachehri, 3. Reti, 4. Rampura, 5. Hashtnagri, 6. Lahori, 7. Ganj and 8. Yaka Toot.*

*In writing the paper, not only that secondary sources were consulted but the writer visited these gates along with a group of students and interviewed some of the residents.*

### اقتباس

برصغیر پاک و ہند کے دیگر قدیم شہروں کی طرح پشاور شہر کے گرد بھی حفاظتی فصیل

* ڈائریکٹر، پروفیسر، پاکستان سٹڈی سنٹر، یونیورسٹی آف پشاور۔

تعمیر کی گئی تھی جس کے آثار شہر کے مختلف حصوں میں ابھی تک باقی ہیں۔ اندرون شہر داخلے اور باہر جانے کے لئے کل سولہ دروازے تھے جن میں سے بعض ابھی تک موجود ہیں۔ مجلّہ''تاریخ و ثقافت'' پاکستان کے شمارہ نمبر ۵۷ جلد ۲۹ جنوری تا جون ۲۰۱۸ء میں ۱۶ میں سے آٹھ دروازوں پر راقم کا ایک تحقیقی مقالہ شائع ہوا تھا۔ ان دروازوں کے نام باالترتیب۔ (۱)کابلی (۲)باجوڑی (۳)ڈبگری (۴)رامداس (۵)آسیہ (۶)سردچاہ (۷)سرکی، اور (۸)کوہاٹی تھے۔

زیر نظر مقالے میں بقیہ آٹھ دروازوں کے بارے میں تحقیق و تفصیلات درج کی جارہی ہیں۔ ان دروازوں کے نام ہیں۔(۱)آسامائی (۲)کچہری (۳)ریتی (۴)رامپورہ (۵)ہشتنگری (۶)لاہوری (۸)گنج، اور (۸) یکہ توت۔

درج ذیل سطور میں پشاور شہر کی دیوار اور اس میں بنائے گئے دروازوں سے متعلق جو تاریخی جائزہ دیا گیا ہے اس میں دروازوں کے اصل مقامات، ہر ایک دروازے کی وجہ تسمیہ، اندرونی اور بیرونی حصوں کے اہم مقامات، رہائشیوں کی آراء، اور دیگر پہلوؤں کی تفصیل موجود ہے:

## ۱ آسامائی دروازہ

آسامائی دروازہ موجودہ پشاور شہر کے مشہور لیڈی ریڈنگ ہسپتال کے مشرق میں واقع ہے۔ اگر چہ یہ دروازہ اپنی صحیح حالت میں موجود نہیں مگر اس کے قریب فصیل شہر کے باقی آثار میں اس کا مقام تلاش کیا جا سکتا ہے۔ تمثیلاریاض کے مطابق اس دروازے کی وجہ تسمیہ اس کے اندر ایک مندر ہے جس کو آسامائی کہتے ہیں۔ یہ مندر کشان دور حکومت میں مہاراجہ شیواجی کی بیگم کی یادمیں تعمیر کیا گیا تھا۔ ۱

اس دروازے کے اندر جو مشہور مقامات وعمارات واقع ہیں ان میں مسجد مہابت خان۔ صرافہ یااندرشہر بازار اور ڈھکی نعلبندی واقع ہیں۔

مہابت خان مسجد کی عظمت اور خوبصورتی کا اس سے بڑا ثبوت اور کیا ہے کہ اس کی

تعمیر کو 5صدیاں گزرنے کے باوجود اکیسویں صدی میں بھی یہ پاکستان کی 9 خوبصورت ترین مساجد میں شمار ہوتی ہے۔ دیگر آٹھ مساجد میں فیصل مسجد اسلام آباد، بادشاہی مسجد لاہور، شاہجہاں مسجد ٹھٹہ،وزیر خان مسجد لاہور،موتی مسجد لاہور، گرینڈ مسجد بحریہ ٹاؤن لاہور، بھونگ مسجد رحیم یار خان اور مسجد طوبیٰ کراچی شامل ہیں۔۲

ڈاکٹر سید امجد حسین نے اپنی کتاب،عالم میں انتخاب اس مسجد کا تفصیلی تعارف بیان کیا ہے جیسا کہ نام سے ظاہر ہے اس کو مغل شہنشاہ کے مقرر کرد ہ حاکم پشاور مہابت خان نے تعمیر کرایا تھا۔ شاہجہان ۱۶۲۸ء تا ۱۶۵۸ء حکمران رہے۔تمام محققین اس بات پر متفق ہیں کہ یہ مسجد فن تعمیر کے اعلیٰ نمونوں میں سے ایک ہے۔۳

یہ مسجد جس محلے میں واقع ہے اس کو محلّہ باقر شاہ کہتے ہیں۔مسجد کی تعمیر ۱۶۳۰ء میں مکمل ہوئی تو اس کو عبادت کے لیے کھول دیا گیا۔

مسجد کے درودیوار پر اعلیٰ قسم کا نقش و نگار کیا گیا ہے اور قرآن پاک کی آیات کندہ ہیں۔ اس مسجد کو سکھ دور حکومت میں زبردست نقصان پہنچا اور ایک روایت کے مطابق سکھ حکمرانوں نے اس کے اندر پھانسی گھاٹ بھی بنوائے۔۴

یہ مسجد آجکل خیبر پختونخوا صوبے کی حکومت کے محکمہ اوقاف کی نگرانی میں ہے۔ اس کی مرمت اور نقش و نگاری کی بحالی اس محکمے کے ذمے ہیں۔ راقم کے واقف قاری محمد طیب قریشی اس مسجد کے پیش اما م اور خطیب ہیں۔

اندرون آسامائی دروازے میں ایک اور مشہور مقام ڈھکی نعلبندی کا محلّہ ہے یہ قصہ خوانی بازار اور لیڈی ریڈنگ ہسپتال کی اطراف سے ایک اُونچے ٹیلے پر واقع ہے اس کی اونچائی کی وجہ سے یہ موجودہ نام سے مشہور ہوا۔ ہندکو زبان میں ڈھکی اونچی جگہ کو کہتے ہیں جب کہ اس محلے سے متصل بازار میں گھوڑوں کی نعل بنانے والوں کی دکانیں تھیں اس لیے یہ علاقہ ڈھکی نعلبندی کہلایا۔ ۵

ڈھکی نعلبندی کے باشندے محمد زاہد سیٹھی کے ساتھ انٹرویو کرتے ہوئے جب میں نے اُن کے خیالات معلوم کئے تو کہنے لگے۔

''ہم تو آباؤ اجداد کے دور سے اس محلے میں رہ رہے ہیں میرا بچپن اور جوانی یہاں گزرے ہیں یہاں رہنے کا اپنا لطف ہے جو فیشن ایبل بستیوں میں کہاں؟۔ گھر سے متصل بازار اور چند سو گز کے فاصلے پر قصہ خوانی بازار، جہانگیر پورہ، جھنگی محلّہ،محلّہ خداداد، وغیرہ واقع ہیں یہ علاقہ پشاور کا دل ہے۔ یہاں کی اپنی روایات ہیں۔ لوگ ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک رہتے ہیں۔بدقسمتی سے ۲۰۰۱ء سے لے کر ۲۰۱۶ء تک یہ علاقہ بد امنی کا شکار رہا۔ قصہ خوانی اور متصل علاقوں میں بموں کے دھماکوں سے بڑی تباہی ہوئی۔ ان دھماکوں کے نتیجے میں بڑی تعداد میں لوگ شہید ہوئے۔ خود ڈھکی نعلبندی میں ایک تقریب کے دوران خودکش حملے میں اے این پی کے رہنما بشیر احمد بلور سمیت کئی لوگ لقمہ اجل بن گئے''۶

یہاں کا تیسرا مشہور مقام بازار صرافہ ہے جس کو مقامی طور پر اندر شہر کہتے ہیں۔ اس کا داخلی راستہ لیڈی ریڈنگ ہسپتال کی طرف سے آتا ہے جب آپ اس بازار کی تنگ گلی میں داخل ہوتے ہیں تو دونوں اطراف پر سناروں کی دکانیں ہیں جن میں نت نئے ڈیزائینوں پر مشتمل زیورات بنتے اور فروخت کے لیے سجائے جاتے ہیں۔اسی بازار سے مسجد مہابت خان کا مین دروازہ بھی کھلتا ہے۔ بازار کا آخری سرا مشہور چوک یادگار کی طرف کھلتا ہے۔ آزادی سے قبل اس بازار کے آس پاس رہائشی علاقوں میں ہندو رہتے تھے جب کہ بازار کے اندر اکثر دکانیں بھی ان کی تھیں۔ ۷

## ۲ کچہری دروازہ

کچہری دروازے کا صرف نام باقی ہے جب کہ اس کا وجود کوئی نہیں۔اس دروازے کا پرانا نام ٹکسالی دروازہ تھا کیونکہ اس کے اندرونی حصے میں سکھوں اور ان سے پہلے ادوار میں ٹکسال تھا جہاں سکے ڈھالے جاتے تھے۔انگریزوں نے سکھوں سے پشاور چھینا تو دروازے کے اندرونی حصے میں کچہری اور میونسپل دفاتر قائم کئے جس کی وجہ سے اس کا نام کچہری دروازہ پڑ گیا۔ ۸

اس دروازے کے اندرونی حصے میں جو مشہور مقامات واقع ہیں ان کا اجمالی خاکہ ذیل کے سطور میں دیا جا رہا ہے۔ ان کے نام ہیں۔ چوک یادگار، سیٹھی ہاؤس، گھنٹہ گھر اور گور گھٹڑی۔

چوک یاد گار کا پرانا نام ہیسٹنگز (Hastings) میموریل ہے جو ۱۸۹۲ء میں کرنل ہیسٹنگز کی یاد میں تعمیر کیا گیا۔ تاہم 1969 میں اس کا نام بدل کر چوک یادگار رکھا گیا۔نام بدلنے کی وجہ سے 1965 کے پاک بھارت جنگ کے شہداء کو خراج تحسین پیش کرنا تھا۔۹

گزشتہ ۵۳ سالوں میں راقم اس یادگار کو باربار دیکھ چکا ہے۔اس کی ابتدائی تعمیر سے ۱۹۹۰ء کے عشرے یعنی تقریباً ایک صدی تک، اس کی شکل کچھ اس طرح تھی کہ ایک بیضوی شکل کا چبوترہ جس کی لمبائی تقریبا ۶۰ فٹ اور چوڑائی ۲۰ فٹ تھی۔چبوترہ سڑک سے کوئی چھ فٹ اونچا تھا۔ چبوترے کے ایک سرے پر یادگار بنا ہوا تھا۔ یہاں سیاسی جلسے اور ثقافتی شو منعقد کیے جاتے تھے۔ ۱۰

سوشل میڈیا پر ایک لکھاری جمشید صاحب نے چوک یادگار کا دلکش نقشہ کھینچا ہے وہ لکھتے ہیں:

> ''یہ یادگار شہر کے قلب میں واقع ہے۔ اس کے آس پاس مارکیٹوں میں آپ کو سوتی دھاگے سے لے کر اونٹ تک ہر شے مل سکتی ہے۔ آپ یہاں پشاور کے مشہور مٹن تکے سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔ آپ یہاں سے تازہ مچھلی اور زندہ چڑیا اور زندہ بٹیر بھی خرید سکتے ہیں۔یہاں تازہ میوے اور سبزیاں دستیاب ہیں اس کی ایک جانب صرافہ بازار ہے جہاں سے آپ زیورات خرید سکتے ہیں اور کرنسی بھی تبدیل کرسکتے ہیں۔ یہ علاقہ تھوک کے کاروبار کے لیے پورے صوبے میں مشہور ہے۔ اس چوک پر سیاسی جلسے بھی ہوا کرتے تھے۔''۱۱

## سیٹھی ہاؤس

پشاور کے اس اندرونی علاقے میں مشہور محلّہ سیٹھیاں بھی واقع ہے جہاں سب کا مرکز نگاہ ایک حویلی نما مکان سیٹھی ہاؤس ہے جو گندھارا اور وسط ایشیاء کے طرز تعمیر کا شاہکار ہے۔ یو لائن میگزین نے اپنی تحقیقاتی رپورٹ میں لکھا ہے کہ سیٹھی اصل میں ہندو تاجر تھے جو انیسویں صدی کے آغاز میں جہلم سے آ کر پشاور میں آباد ہوئے۔ انہوں نے روس اور وسط ایشیاء کے ساتھ تجارتی روابط قائم کئے۔دوسری طرف انگریزوں سے بھی ان کے دوستانہ تعلقات رہے چنانچہ ان کی تجارت نے دن دگنی اور رات چگنی ترقی کی۔ سیٹھیوں کے شوقوں

میں منجملہ دیگر کے خوبصورت عمارات کا شوق سرفہرست تھا،کہتے ہیں کہ ۱۹۱۳ء میں قائم شدہ اسلامیہ کالج پشاور کی عمارت کا نقشہ بنوانے میں بھی انہوں نے مدد فراہم کی تھی۔سیٹھی خاندان روس کے ۱۹۱۷ء کے کمیونسٹ انقلاب سے زوال کا شکار ہوا کیونکہ ان کے پاس زارروس کی کرنسی بے تحاشا مقدار میں پڑی تھی لیکن جب کمیونسٹ حکومت نے اس کرنسی کو منسوخ کردیا تو ان کا کاروبار زمین بوس ہوا۱۲

محلّہ سیٹھیاں میں درجنوں حویلیاں تھیں مگر وقت کے ساتھ ساتھ وہ زمین بوس ہوگئیں اور ان کی جگہ سیمنٹ و کنکریٹ کے بنگلے بن گئے۔ تاہم ان میں سے ایک مکان جو کہ سیٹھی ہاؤس کے نام سے مشہور ہے۔حکومت نے ۲۰۰۶ء میں خریدا اور ۲۰۱۰ء میں اس کی بحالی کا کام پاکستان ہیرٹیج فاؤنڈیشن کو دیا گیا۔۱۳

اس مکان کی خوب صورتی اور اسلامی و وسط ایشیائی طرزِ تعمیر و نقش و نگار کو دیکھ کر دیکھنے والے حیرت زدہ ہو جاتے ہیں۔ ہر سال اس مکان کو دیکھنے کے لیے ملک اور بیرون ملک سے بڑی تعداد میں لوگ آتے ہیں اور دنیا بھر کے اخبارات،رسائل اور ویب سائیٹوں پر اس کے بارے میں مضامین و دیگر تفصیلات چھپی ہوتی ہیں۔

## گھنٹہ گھر

پشاور سمیت پاکستان کے کئی شہروں میں برطانوی دور حکومت میں گھنٹہ گھر بنائے گئے۔ پشاور کا گھنٹہ گھر ۱۹۰۰ء میں تعمیر کیا گیا۱۴۔اس کا نام جارج کنگھم کلاک ٹاور تھا۔ اس کی تعمیر میں دو سال لگے۔گھنٹہ گھر کی اونچائی 85 فٹ ہے اور اس کی چار منزلیں ہیں۔۱۵ کنگھم صوبہ سرحد کا انگریز گورنر تھا۔آپ انڈین سول سروس میں۱۹۱۱ء تا۱۹۴۶ء مختلف عہدوں پر رہے مگر اپنی ملازمت کا زیادہ حصہ صوبہ سرحد میں گزارا۔۱۹۱۸ء اور۱۹۲۳ء کے درمیان ٹانک اور ٹل کے اسسٹنٹ کمشنر اور کرم و شمالی وزیرستان کے پولیٹیکل ایجنٹ رہے۔ ۱۹۲۵ء اور۱۹۲۶ء میں کابل میں برطانوی ہند کے نمائندے کے طور پر کام کیا۔اس کے بعد ۵ سال تک وائسرائے کے خصوصی نمائندے برائے صوبہ سرحد کی حیثیت سے فرائض انجام

دیئے۔ واضح رہے کہ اس دوران صوبے میں اہم انتظامی اصلاحات ہوئے اور صوبہ کمشنر صوبے سے ترقی کرتے ہوئے گورنر صوبہ بنا۔۱۹۳۷ء میں آپ کو صوبہ سرحد کا گورنر بنایا گیا۔ اس عہدے پر آپ نے ۱۹۴۶ء تک کام کیا۔ جارج کننگھم کیساتھ سر صاحبزادہ عبدلقیوم، ڈاکٹر خان صاحب اور سردار اورنگزیب نے بطور وزرائے اعلیٰ خدمات انجام دیں۔۱۶

## گور گھٹری

گور گھٹری پشاورکی اہم تاریخی مقامات میں سے ایک ہے بنیادی طور پر یہ بدھ مت کی عبادت گاہ تھی تاہم مختلف ادوار میں مختلف مذاہب اور حکمرانوں کا اس سے براہ راست تعلق رہا ہے۔ اس کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں سب سے پہلے ایک ہندو پنڈت گور کھ ناتھ نے ڈیرہ جمایا تھا۔ یہاں پھر ایک دکان بن گئی تو نام گورکھ دی ہٹی بن گیا جو بگڑ کر گورکھ گھڑی بن گئی۱۷مغل دور حکومت میں اس مقام پر شہنشاہ جہانگیر کی بیوی نورجہاں نے ایک سرائے بنائی جس میں مہمان اور تاجر عارضی طور مقیم رہتے تھے۔ سکھ دور حکومت میں پشاور میں ان کے فرانسیسی گورنر اے وی ٹیبل یا ابوطبیلہ نے اس کو اپنی رہائش گاہ بنالیا۔ انگریز دور میں یہاں سرکاری دفاتر بنے۔ ۱۸

حکومت خیبر پختونخوا نے گورگھٹری کی از سر نو تزین و مرمت کی ہے اس کے دونوں اطراف پر دروازے تعمیر کیے ہیں جب کہ درمیان میں ایک خوبصورت پارک بھی بنایا گیا ہے۔ آجکل اس کے دفاتر میں آگ بجھانے والے پرانے آلات اور گاڑیاں کھڑی ہیں جب کہ میونسپل کارپوریشن کا ایک ذیلی دفتر بھی یہاں قائم ہے۔ ۱۹

## ۳ ریتی دروازہ

اس دروازے کی وجہ تسمیہ اس کے اندرونی حصے میں لوہے کے کاروبار کا بڑا بازار ہے جس کو ریتی بازار کہتے ہیں۔ ریتی اصل میں ایک آلے کو کہتے ہیں جس سے مختلف اوزار کو تیز کیا جاتا ہے۔ڈاکٹر سید امجد حسین نے عالم میں انتخاب میں اس کے بارے میں لکھا:

''ریتی ہندکو میں سوہان کو کہتے ہیں کہ لوہے اور دھات کی چیزوں کو اس سے رگڑ کر جلا

نکالی جاتی تھی اور لوہے کا دوسرا مختلف سامان بھی تیار ہوتا تھا۔ ریتی بازارپشاور میں آج بھی لوہاری پیشے سے متعلق لوگوں کا مرکز ہے اور قدیم الایام سے اپنی شکل و صورت میں قائم ہے''۔ ۲۰

یہ دروازہ اپنی اصلی حالت میں قائم نہیں۔ اس کے قریب و جوار میں چوک یادگار، گھنٹہ گھر، محلّہ سیٹھیاں، سبزی منڈی وغیرہ کے علاقے ہیں جن میں سے اکثر کا ذکر پچھلے صفحات میں ہو چکا ہے۔ اس بازار کا دورہ کرتے ہوئے راقم ایک دکاندار شفیع محمد سے ملا جنہوں نے بڑی تفصیل سے ریتی بازار کے زوال کا ذکر کیا۔ آپ نے کہا کہ پرانے وقتوں میں اس بازار کی چیزیں پورے ملک بلکہ افغانستان او ر وسط ایشیاء جاتی تھیں۔ یہاں ساری چیزیں دیسی طریقوں سے بھٹیوں میں ڈھل کر بنتی تھیں لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جدید مشینری اور سٹیل فاؤنڈریاں آگئیں تو یہاں کا کاروبار مندی کا شکار ہوگیا انہوں نے ایک وجہ یہ بھی بتائی کہ باہر ممالک سے لوہے اور سٹیل کی آشیاء سمگل ہو کر آنے والی آشیاء نے مارکیٹ پر یلغار کر دیا ہے۔ ۲۱

اندرون ریتی دروازے کے ایک باشندے جس کی عمر ۷۰ سال کے قریب تھی اور نام عمر بخش تھا نے مجھے اپنے تاثرات ان الفاظ میں بیان کیے:

''میری عمر پاکستان جتنی ہے مجھے آزادی سے قبل کے واقعات کا مشاہدہ کرنے کا موقع نہیں ملا مگر ہمارے بچپن کا پشاور آج کے پشاور سے کافی مختلف تھا۔ آبادی کم تھی۔ ٹریفک اتنا نہیں تھا ہم کنوں کا ٹھنڈا پانی پیتے تھے۔ ریتی بازار کے قریب تازہ پھل،سبزیاں اور دیگر آشیاء ارزاں نرخوں پر ملتی تھیں۔ چوک یادگار میں جلسے ہوتے تھے میں نے خود پاکستان کے بڑے سیاسی رہنماؤں کو یہاں جلسوں سے خطاب کرتے ہوئے سنا ہے۔ پشاور پر امن شہر تھا۔قتل و غارت اور چوری چکاری کے واقعات بہت کم ہوتے تھے اب تو آوے کا آوا ہی بگڑ گیا۔'' ۲۲

## ۴ رامپورہ گیٹ

اس دروازے کے ساتھ اکثر نیو لکھا جاتا ہے یعنی نیور رامپورہ دروازہ، جس سے یہ تاثر ابھرتا ہے کہ گویا یہ دروازہ نیا بنا ہے ویسے اس رائے میں کسی حد تک وزن ہے کیونکہ

یہ دروازہ انیسویں صدی کے دوسرے عشرے میں سکھ دور حکومت کے دوران بنا ہے۔ واقعات کے مطابق دروازے کے مقام کے آس پاس ہندؤں کی اکثریت رہائش پذیرتھی۔ یہ علاقہ ہشتنگری اور ریتی دروازے سے فاصلے پر واقع تھا اس لیے آنے جانے میں دقت ہوتی تھی نیز مسلمانوں کے علاقے سے گزرنا بعض حالات میں خطرے سے خالی نہیں ہوتا تھا۔ اس لئے سکھ گورنر ابوطبیلہ نے ہندؤں کے مطالبے پر فصیل شہر کے اس حصے میں یہ دروازہ بنوایا۔ رام پورہ نام ہندؤں آبادی کی وجہ سے یہ نام پڑ گیا۔ ۲۳

لگتا ہے رامپورہ نام ہندؤں میں کافی مشہور ہے اس لیے پاکستان کے دوسری شہروں لاہور اور ملتان کے علاوہ بھارت کے دارالحکومت دہلی اور متعدد دوسرے خطوں میں رام پورہ کے نام سے محلے قصبے اور شہر پائے جاتے ہیں۔

رامپورہ کے دروازے کے اندر کاکڑ قبیلے کا مشہور محلّہ کاکڑان واقع ہے۔ اس محلے کی وجہ سے شہرت یہ ہے کہ تحریک پاکستان کے مایہ ناز رہنما سردار عبدالرب نشتر کی جائے پیدائش ہے۲۴۔ آپ ۱۸۹۱ء میں اس محلے میں عبدالحنان کاکڑ کے گھر پیداہوئے۔ تحریک پاکستان میں اہم کردار ادا کیا۔ قیام پاکستان سے پہلے کانگریس کے ساتھ مشترکہ عبوری حکومت ۱۹۴۶ء میں وزیر مواصلات رہے۔ ۱۹۴۵ء میں، سردار اورنگزیب کی وزارت اعلیٰ میں صوبہ سرحد کے وزیر مالیات بنے۔ قیام پاکستان کے بعد ۱۹۵۰ء میں پنجاب کے گورنراور ۱۹۵۴ء میں مسلم لیگ کے مرکزی صدر بنے۔ ۲۵

اس علاقے میں زمانہ قدیم سے غلہ دانے کا کاروبار ہوتا تھا جو کہ اب تک جاری ہے۔ اب زیادہ تر دکانیں اور گودام آٹے کے ہیں۔اشرف روڈ سے متصل آٹے کی اس بڑی مارکیٹ میں آس پا س اور ملک بھر کی فلور ملوں سے آٹا آتا ہے اور پھر صوبہ بھر اور افغانستان کو بھیجا جاتا ہے۔ ۲۶

اس علاقے کے ایک رہائشی عرفان اللہ، جن کا خاندان ڈومیل بنوں سے آکر یہاں آباد ہوا ہے، نے ضیاء الحق کو بتایا کہ

وہ اپنے علاقے میں پشاور شہر کے بارے میں تاریخی واقعات پڑھتاتھا تو اُن کو شوق

ہوتا تھا کہ اسے دیکھ لوں لیکن پھر اللہ نے ہمیں اس شہر میں بسالیا۔ اس علاقے لے لوگ بہت اچھے اور محبت والے ہیں مگر کبھی کبھی اس کی تنگ گلیوں سے دل اچاٹ ہوجاتا ہے۔ ۲۷

## ۵ ہشتنگری دروازہ

یہ دروازہ شہر کی شمالی جانب کھلتا ہے وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہاں سے موجودہ چارسدہ یعنی ہشتنگر کو راستہ جاتا تھا۔ یہ فارسی کا لفظ ہے جس کے دو حصے ہیں ہشت یعنی آٹھ اور نگر یعنی قصبے۔ چونکہ ضلع چارسدہ آٹھ بڑے قصبات پر مشتمل ہے اس لیے اس کو ہشتنگر بھی کہتے ہیں۔ خاطر غزنوی کے مطابق اس کا دوسرا نام دوآبہ دروازہ تھا۔ دوآبہ بھی ضلع چارسدہ کا ایک علاقہ ہے۔ ۲۸

جو مشہور علاقے اس کے دروازے کے اندر اور باہر واقع ہیں ان میں پنج تیر تھ۔ میونسپل کارپوریشن، محلّہ نانک پورہ، خیبر پختونخوا چیمبر آف کامرس، شاہی باغ، ارباب نیاز کرکٹ سٹڈیم، پرانا جی ٹی ایس اڈہ،کریم پورہ وغیرہ۔

اندرونی حصے میں کریم پورہ، جھنڈا بازار اور شادی پیر کا مزار واقع ہیں۔ یہ دروازہ قیام پاکستان کے بعد گرایا گیا تھا مگر ۲۰۱۰ء میں اس کو از سرِ نو تعمیر کیا گیا ہے۔ جھنڈا بازار میں مشہور ثقافتی میلہ یعنی جھنڈاوں میلہ لگتا تھا جس کے دوران ہشتنگری دروازے سے مکڑی گودام تک فصیل شہر پر چھوٹے چھوٹے جھنڈے لہرائے جاتے تھے۔ ۲۹

پاکستان سٹڈی سینٹر کے طالب علم ضیاء الحق نے ہشتنگری دروازے کے اندرون حصے میں رہائش پذیر عبدالمجید سے اُن کے خیالات معلوم کئے۔ عبدلمجید نے بتایا کہ بنیادی طور پر اُن کا خاندان باجوڑ سے منتقل ہوکر اس علاقے میں آباد ہوا ہے۔ اُن کے مطابق پشاور شہر بالعموم اور یہ علاقہ بالخصوص تمام تر سہولیات سے مزین ہے۔ آشیائے ضرورت آسانی سے مل جاتی ہیں۔ زندگی آرام سے گزر رہی ہے تاہم ان سہولیات کے سنگ بعض مشکلات بھی ہیں جن میں سکیورٹی اور گنجان آبادی کے سبب صفائی کے ناقص انتظامات سر فہرست ہیں۔۳۰

### ٦ لاہوری دروازہ

اس دروازے کے نام سے ظاہر ہے کہ یہ فصیل شہر کے اس حصے میں تعمیر کیا گیا تھا جہاں سے لاہور کو سڑک جاتی تھی۔ اندرون لاہوری گیٹ کے مشہور مقامات میں محلّہ ساربان اور کچی محلّہ کافی مشہور ہیں۔ اس دروازے کے سامنے سے باہر کی طرف پشاور کی مشہور سڑک سرکلر روڈ گزرتی ہے۔ عمران رشید نے نئے تعمیر ہونے والے دروازے کے بارے میں لکھا ہے:

> ''نیا تعمیر ہونے والا لاہوری دروازہ اپنے پرانے ڈیزائن کے مطابق ہی ہے لیکن سائز میں کافی تبدیلی لائی گئی ہے۔ اس محرابی دروازے کی کل چوڑائی ۴۳ فٹ ہے۔ اندرونی گزرگاہ ۲۹ فٹ جب کہ ٹرکوں اور ہیوی ٹریفک کو مد نظر رکھتے ہوئے کل اونچائی ۵۲ فٹ رکھی گئی ہے۔ دروازہ یک منزلہ ہے جس کے اوپر دونوں اطراف میں مینار تعمیر کئے گئے ہیں۔ دونوں میناروں کے درمیان سفید رنگ کے 27 چھوٹے چھوٹے گنبد بھی سجائے گئے ہیں۔''۳۱

۲۹مارچ ۲۰۱۷ء کو اس علاقے میں گھومتے ہوئے راقم ایک تندور والے عبدالقدوس کے پاس رکا اور ان سے علاقے کے بارے میں پوچھا۔ قدوس نے بتایا کہ جس تندور پر وہ کام کر رہا ہے اس کو ان کے دادا نے تعمیر کرایا تھا جس پر اس کے خاندان کی تیسری نسل اب کام کر رہی ہے۔ قدوس نے کہا کہ وہ اس علاقے سے اس قدر مانوس ہیں کہ وہ اس سے باہر کسی اور علاقے میں رہنے کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ قدوس کو لاہوری دروازے کی تاریخ کے بارے میں کچھ زیادہ معلومات نہیں تھیں تاہم اس نے بتایا کہ بزرگ کہتے ہیں کہ دوسروں کی طرح یہ دروازہ رات کے خاص حصے میں بند کیا جاتا تھا جس کو اَذان فجر کے بعد کھولا جاتا تھا۔۳۲

بیرونی لاہوری گیٹ میں پشاور کا مشہور علاقہ نشتر آباد واقع ہے جہاں الخدمت ہسپتال، عبادت ہسپتال، ڈاکٹروں کے کلینک،دکانیں اور دیگر عمارات شامل ہیں۔

## ۷ گنج دروازہ

گنج دروازے کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ زمانہ قدیم اور خاص کر سکھوں کے دور حکومت میں یہاں سرکاری خزانہ ہوا کرتا تھا۔ خاطر غزنوی نے خزانے والی بات سے اتفاق نہیں کیا بلکہ کہا تھا کہ یہاں غلے دانے کا گودام تھا جس کی وجہ سے اس کو گنج دروازہ کہا جانے لگا۔ اس طرح محمد علی بھٹی نے ایک اور وجہ تسمیہ بتائی اور لکھتے ہیں کہ یہ دروازہ الاہوری دروازے کی سیدھ میں تھا اور چونکہ لاہورمیں داتا گنج بخش کا مزار تھا اس لیے اس کو گنج دروازہ کہا گیا۔ ۳۳

بہر حال خزانے کے حوالے سے اس کے نام کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے۔ پشاور شہر کی مشہور تاریخی عمارت گورگھڑی اس کے اندر واقع ہے۔ خاطر غزنوی کا دعویٰ ہے کہ شمالی برصغیر میں صحافت کا آغاز گنج دروازہ پشاور سے ہواجہاں ایک ایرانی نژاد صحافی شیرازی نے ''مرتضائی'' کے نام سے اخبار جا ری کیا۔۳۴

بیرون گنج کا علاقہ کسی زمانے میں لہلہاتے کھیتوں اور باغات پر مشتمل تھا تاہم اب یہاں سے چاروں طرف شہر پھیل گیاہے۔ بیرون گنج دروازے کے ایک حصے کی جھلک درج ذیل اقتباس میں نظرآتی ہے۔

> ''گنج دروازے کے بیرونی جانب جہاں فصیل یکہ توت دروازے کی طرف بڑھتی ہے۔اس کے بالکل سامنے ایک سڑک جنوب مشرق کی جانب پشاور کے تاریخی مقام کنشکا سٹوپا المعروف بہ شاہ جی کی ڈھیری کی طرف جاتی ہے۔ یہاں مہاتما بدھا کی ہڈیو ں کی راکھ دفن تھی۔ ۱۹۱۴ء میں انگریزوں نے کھدوا کر برما کی بدھ حکومت کو تحفے میں دے دیااور اس کی مقدس ڈبیہ کو پشاور میوزیم میں محفوظ کیا گیا۔اس کے قریب ہی ہزار خوانی گاؤں اور اس کا تاریخی قبرستان ہے۔ مشہور صوفی بزرگ اخون درویزہ بابا اور مشہور پشتو صوفی شاعر رحمان بابا کے مزارات یہاں واقع ہیں۔''۳۵

## ۸ یکہ توت دروازہ

اس دروازے کے نام کے دو حصے ہیں ''یکہ'' جس کے معنی ہیں یکتا اور ''توت''

جس کا مطلب ہے بڑے اور پاکباز لوگ۔چونکہ اس علاقے میں اولیاء کے مزارات ہیں اس لیے اس کو یکہ توت کہا گیا۔۳٦

بعض لوگ اس کو وزیر باغ دروازہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس کے باہر پشاور کا مشہور پارک وزیر باغ واقع ہے۔ اندرون یکہ توت کے مشہور مقامات میں محلّہ ''مروی یان'' امام بارگاہ جان صاحب اور محلّہ جٹان شامل ہیں۔

مارچ ۲۰۱۷ء میں راقم نے یکہ تو دروازے کے اندرون اور بیرون علاقوں کا دورہ کیا جس کے دوران بیرون علاقوں میں زرگرآباد، شاد باغ کالونی،خان مست کالونی اور سپرئیرسائنس کالج دیکھا۔ یہ سارے علاقے اب رنگ روڈ سے جڑے ہوتے ہیں جو دائیں طرف حیات آباد اور بائیں طرف اسلام آباد موٹروے کی طرف جاتی ہے۔ اندرونی علاقے میں گنج کمیونٹی سینٹر بھی واقع ہے۔۳۷

مذکورہ بالا دورے کے دوران راقم نے فیس بک پر ایک مضمون لکھا جس کا اقتباس ذیل میں دیا جا رہا ہے :

> ''میں نے اپنے ایک ایم فل شاگردنعمان خان کے ساتھ پشاور کے فصیل شہر او ر اس کے گرد سولہ دروازوں کو دیکھنے کا پروگرام بنایا۔ آج ہم نے چار دروازے دیکھے یعنی لاہوری، گنج، یکہ توت اور کوہاٹی۔ جب ہم سارے دروازے اور ان کے اندرون و بیرون علاقے دیکھیں گے تو میں ان پر ایک تحقیقی آرٹیکل لکھوں گا۔ آج اس مُہم کے دوران ہم نے ایک ایسا مقبرہ دیکھا جس میں پاکستان کے سابق صدر جنرل آغا یحیٰ خان اور اُن کے اہل خانہ دفن ہیں۔ یہ مقبرہ بیرون یکہ توت دروازے کے علاقے درخشان کالونی میں ہے۔ مقبرہ کے ارد گرد آبادی اور ایک طرف دیوار ہے جس میں ایک چھوٹا دروازہ ہے۔ ہم نے گھنٹی بجائی تو مقبرے کا رکھوالا حکمت باہر آیا۔ اُنھوں نے ہمارے لئے دروازہ کھولا۔ مقبرے کے ایک کونے میں حکمت اپنی بیوی اور ۳ چھوٹے بچوں کے ساتھ رہ رہے ہیں۔ جنرل یحیٰ کی قبر پر اُن کی تاریخ پیدائش ۷ فروری ۱۹۱۷ء،اور تاریخ وفات ۸ اگست ۱۹۸۰ء لکھی گئی تھی۔ اُن کے پہلو میں اُن کی اہلیہ فاخرہ بنت سردار عبدالعلی خان اور جنرل کے بڑے بھائی آغا محمد علی خان دفن ہیں۔ ان تینوں کے علاوہ خاندان کے متعدد دیگر افراد بھی آسودہ خاک ہیں''۳۸

## اختتامیہ

پشاور شہر کی دیوار اور اس میں بنائے گئے دروازوں سے متعلق دوحصوں پر مشتمل راقم

کے مقالات میں ان کا بخوبی احاطہ کیا گیا ہے۔ ان میں دروازوں کے اصل مقامات، ہر ایک دروازے کی وجہ تسمیہ، اندرونی اور بیرونی حصوں کے اہم مقامات، رہائشیوں کی آراء، اور دیگر پہلوؤں کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔ مقام اطمینان ہے کہ گزشتہ ایک عشرے کے دوران فصیلِ شہر اور اس کے دروازوں کو معدوم ہونے سے بچانے کی کامیاب کوششیں ہوئی ہیں اور ۱۶ میں سے اکثریت دروازے نئے سرے سے تعمیر کئے گئے ہیں۔ نئے تعمیر ہونے والے دروازوں کا طرز تعمیر پرانا رکھا گیا ہے جس کی وجہ سے ان پر صدیوں پرانے دروازوں کا گمان ہوتا ہے۔فصیل شہر کی بحالی اور اس کے قبضہ شدہ حصوں کو تجاوزات سے واگزار کرنیکے حوالے سے کوششیں ابھی تک تشنہ تکمیل ہیں۔ اُمید کی جاسکتی ہے کہ متعلقہ ادارے اس تاریخی دیوار کو اصلی حالت میں بحال کرنے میں کامیاب ہونگے۔

پشاور شہر کی تاریخی حیثیت کی بحالی سے متعلق دو آراء پائی جاتی ہیں۔ ایک رائے قنوطیت پر مبنی ہے جس میں یا س اور نا اُمیدی نظر آتی ہے۔ اس رائے سے متفق لوگوں کا خیال ہے کہ پشاور شہر کا تاریخی ورثہ تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے،فصیل شہر پر قبضہ مافیا نے پلازے تعمیر کئے ہیں، دروازے یا تو ختم ہوچکے ہیں اور یا پھر ٹوٹ پھوٹ کے شکار ہیں، تاریخی عمارات بوسیدہ ہوچکی ہیں۔ یہ لوگ اس بات کا بھی رونا روتے ہیں کہ اندرون شہر میں ہر چیز کے لئے جو بازار قائم تھے اب وہ نام کے بازار رہ گئے ہیں، ان کے صرف نام باقی ہیں مثال کے طور پر بازار مسگراں میں مس اور تانبے، بازار ابریشم گراں میں ریشم کے کپڑے، بازار ٹین گراں میں ٹین کا کاروبار،بازارِ گلفروشان میں پھولوں، جھنڈا بازار میں جھنڈوں کا، بازار کلاہ دوزان میں لونگیوں کا، ڈبگری بازار میں صندوقوں کا، بازار پاپوش دوزاں میں جوتوں کا، بازار تسبیح گراں میں تسبیح بنانے کا اور بازار بٹیر بازاں میں بٹیرون کی خرید و فروخت کے کاروبار ہوتے تھے۔ اب صرف نام کے بازار رہ گئے ہیں۔

شہر کی تاریخی حیثیت کے حوالے سے ایک مکتب فکر رجائیت پسند ہے۔ اُن کو اُمید ہے کہ صورت حال بہتری کی طرف گامزن ہے۔ پرانے بازاروں میں وہی آشیاء جن کے لئے یہ بازار قائم کئے گئے تھے، نظر نہ آنا اچھنبے کی بات نہیں کیونکہ مرور زمانہ کے ساتھ

جب ترقی ہوتی ہے تو بازاروں کی نوعیت بھی بدل جاتی ہے۔ پشاور شہر کے بازاروں کے نام اگر باقی ہیں تو یہ بھی بڑی بات ہے، تاہم ان میں سے ہر ایک بازار میں ایک یادگار ایسی ہونی چاہیئے جو تاریخی حیثیت کی یاد دلاتی رہے۔ رجائیت پسندی کے لئے ایک جواز گزشتہ سالوں میں حکومت اور سول اداروں کی طرف سے شہر کی تاریخی عمارات اور دروازوں کی بحالی سے متعلق وہ عملی اقدامات ہیں جن کے ٹھوس نتائج سامنے آئے ہیں۔

## حوالہ جات


1- Tamseela Riaz, "Gates of the Walled City of Peshawar", MA Thesis, Pakistan Study Centre University of Peshawar, 1998, p. 83

۲۔ دیکھیں روزنامہ ایکسپریس ٹریبون، لاہور، مورخہ ۲۰۱۶-۹-۱۴

۳۔ سید امجد حسین ,عالم میں انتخاب، ص ص ۵۰۳-۲۰۲

۴۔ Discover Pakistan.com مورخہ ۔۰۹-۲۰۱۸

5- Tamseela Riaz, p. 84.

۶۔ انٹرویو محمد زاہد سیٹھی، رہائش ڈھکی نعلبندی، پشاور شہر، ۱۹ ستمبر ۲۰۱۸

7- Tamseela Riaz, p. 84.

۸۔ مجاہد اکبر۔پشاور کے دروازے، ڈیلی آج، ۷-۰۸-۱۹۹۵

۹۔ روزنامہ ڈان کراچی-۱۸-۰۳-۲۰۱۴

۱۰۔ راقم کا ذاتی مشاہدہ

۱۱۔ جمشیدwww.tripadriser.com

۱۲۔ یو لن میگزین، ۱۹ اکتوبر ۲۰۱۵ء۔

۱۳۔ ہیرٹیج آف پاکستان،ہیرٹیج فاؤنڈیشن پاکستانHeritage Research Centre شائع شدہ از کراچی ۲۰۱۸۔

۱۴۔ UHP Dunyanew.tv

۱۵۔ تمثیلاص۹۷

16- Fakhrul Islam, *Khyber Pakhtunkhwa: A Political History,* National Institute of Historical and Cultural Research, Quaid-e-Azam University, Islamabad, 2014, pp. 278-79

۱۷۔ مجاہد اکبر، شہر پناہ، ماہنامہ ھندکو زبان،پشاور، ۱۹۹۱صفحہ۴۴۶

۱۸۔ ایضاً، ص ۴۴۵۔

۱۹۔ راقم نے مئی ۲۰۱۷ میں گورگھٹری کا دورہ کیا

۲۰۔ امجد حسین، ص ۲۹۹

۲۱۔ راقم کا دورہ ریتی بازار ۵ اگست ۲۰۱۵

۲۲۔ باالمشافہ ملاقات، عمر بخش ساکن ریتی بازار پشاور شہر ۵ اگست ۲۰۱۸

۲۳۔ مختیار علی نیر کی با المشافہ ملاقات تمثیلا کے ساتھ ۱۹۹۸-۰۲-۱۰

۲۴۔ قائد اعظم کے ساتھی:عبدالرب نشتر۔ روزنامہ *دنیا*،لاہور۔۰۸-۰۸-۲۰۱۴

۲۵۔ دیکھیں

25- Fakhrul Islam, *Khyber Pakhtunkhwa: A Political History,* National Institute of Historical and Cultural Research, Quaid-e-Azam University Islamabad, 2014, p. 327

۲۶۔ راقم الحروف کا دورہ رامپورہ گیٹ ۲۰۱۸ء-۰۸-۰۷

۲۷۔ باالمشافہ ملاقات ضیاء الحق، عرفان اللہ سے ۲۰ اگست۲۰۱۷

۲۸۔ خاطر غزنوی۔ سولہ دروازوں کا شہر۔غیر مطبوعہ مضمون

۲۹۔ عمران رشید، پشاور فصیل شہر اور دروازے، سرحد کنزرویشن، نیٹ ورک پشاور ۲۰۱۲،ص ۱۳۸

۳۰۔ با المشافہ ملاقات، ضیاء الحق، عبدالمجید سے ۲۰ اگست ۲۰۱۷ء

۳۱۔ عمران رشید، ص۱۳۵

۳۲۔ باالمشافہ ملاقات: عبدالقدوس تندور والا۔ اندرون لاہوری دروازہ،پشاور شہر۔بمورخہ ۰۳-۲۰۱۷

۳۳۔ تمثیلا،ص ۶۴۔

۳۴۔ عمران رشید،ص ۱۲۵

۳۵۔ عمران رشید،ص ۱۳۰

۳۶۔ ہفت روزہ *Emerging Peshawar* مئی ۲۰۱۷۔

۳۷۔ ذاتی مشاہدات ۲۹-۰۳-۲۰۱۸

38- Exploring the Walled City of Peshawar, "The Grave of General Yahya Khan" https://www.facebook.com/search/top dated: 29-3-2017